Journal of Religion & Society (JR&S)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Promotion of the Islamic Concept of Brotherhood in Pakistan: An analytical study in view of the Seerah of the Messenger SAW

پاکستان میں اسلامی تصور اخوت کی ترویج: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Dr. Amjad Hayat
Assistant Professor, Department of Islamic Thought & Culture, National University of Modern Languages, Islamabad
ahayat@numl.edu.pk
Dr. Muhammad Saeed
Lecturer, Department of Islamic Studies, HITEC University, Taxila
muhammad.saeed@hitecuni.edu.pk

Abstract
At the time of the Prophet Muhammad's (peace be upon him) mission, humanity in general and Arab society in particular was consumed by conflicts of greed, envy, and tribal prejudice. In this context, he was sent as the embodiment of compassion and altruism, introducing Islamic brotherhood as a divine blessing. Through practical steps, such as the Mu'ākhāt al-Madīnah (Brotherhood of Madinah), he united the Companions and transformed hostility into love and solidarity. This Prophetic model established a bond so enduring that Muslims, regardless of geography, remained connected through fraternity. This paper explores the Prophetic conception of Islamic brotherhood, its role in peace-building, and its application in contemporary Pakistan as a framework for fostering harmony and national cohesion. In an Islamic society founded on such brotherhood, values of love, selflessness, goodwill, sympathy, cooperation, and reconciliation flourish, while barriers of wealth, lineage, ethnicity, language, and region lose their divisive power. For Pakistan today, the concept of Islamic brotherhood is an indispensable force for peace, unity, and social stability. Yet, its realization faces internal challenges such as dishonesty, arrogance, and falsehood, as well as external obstacles like injustice, sectarianism, selfishness, and ethnic or linguistic prejudice. These impediments can only be overcome by reviving the Prophetic model of fraternity.

Keywords: *Promotion, Concept of Brotherhood, Seerah, Messenger SAW, Social Cohesion, Islamic Unity, Peace.*

مقدمہ

نحمد الله سبحانه وتعالى ونُصلي ونُسلم على رسوله الكريم صلى الله عليه وسلم، اما بعد!.

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت بالعموم پوری دنیا کے لوگ اور بالخصوص عرب معاشرہ حرص، حسد اور عصبیت کی نہ ختم ہونے والی جنگ میں مبتلا تھے، ایسے حالات میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو ایثار و محبت کا پیکر بنا کر مبعوث کیا گیا اور آپ کی اس بعثت کو احسان اور نعمت عظمی کے طور پر متعارف کروایا گیا۔ ایسے میں مواخات مدینہ کے ساتھ ساتھ اس اخوت اسلامی کے رشتہ کو مضبوط کرنے کے لئیے آپ علیہ الصلاۃ والسلام اخوت

اسلامی کی ترویج کے لیئے بذات خود عملی لحاظ سے صحابہ کرام کو اسلامی تصور اخوت متعارف کروانے کے لیئے ایسا عملی کردار ادا کیا کہ جس کی بدولت باہمی دشمنیوں کو ختم کرکے محبت والفت کی فضاہموار ہوئی۔اس اسوہ رسول ﷺ کی بناء پر بعد میں اگر کوئی مسلمان قطب شمالی میں رہ رہا ہو اور کوئی دوسرا مسلمان قطب جنوبی میں بس رہا ہو تو بھی وہ اخوت کے مضبوط رشتے میں بندھا ہوا ہو گیا اور ان کا آپس کا تعلق اخوت کا جیسا ہو گیا۔ اس بناپر اگر دیکھا جائے تو ایک اسلامی ریاست کہ جس میں اسلامی اخوت جیسا مضبوط رشتہ پایا جاتا ہو اور اس کی بناء پر ان میں جو محبت، ایثار، خیر خواہی، ہمدردی، رواداری، امداد باہمی اور صلح واتفاق پایا جاتا ہے اس کا یہ قدرتی تقاضا ہے کہ دولت، حسب ونسب ذات برداری، نسل ورنگ زبان، علاقہ، طبقہ غرض کہ کوئی شئے بھی حائل ہو کر ان کے درمیان نفرت کے بھیج نہیں بو سکتی، اور وہ بڑے پن' اور چھوٹے پن سے بے نیاز ہو کر ایک دوسے سے محبت اور ہمدردی کرنے لگتے ہیں۔

عصر حاضر میں پاکستان جیسے معاشرے میں قیام امن کے لیئے اسلامی تشخص اور وحدت ویگانگت کو برقرار رکھنے کے لیئے اسلامی اخوت کا تصور ایک ناگزیز قوت ہے۔اسی قوت کو پاکستانی معاشرے میں عملی صورت میں تنفیذ کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس کا استحکام اس اخوت اسلامی کے بغیر ناممکن ہے، بلکہ قیام امن کی بنیاد اور انتشار وفساد کا سدباب باہمی ہمدردی، ایثار، خیر خواہی اور اتفاق جیسے عظیم عوامل میں ہی پوشیدہ ہے ۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستانی معاشرے میں اس اخوت کی تاسیس میں کئی طرح کی رکاوٹیں پائی جاتی ہیں جن میں سے کچھ باطنی رکاوٹیں ہیں جس میں خیانت، غیبت، تکلف وتصنع، جھوٹ ودروغ گوئی، انانیت اور خود پسندی وغیرہ شامل ہیں، اور کچھ ظاہری رکاوٹیں ہیں جیسا کہ: خوشامد، جدال وتکرار فسق وفجور مفاد پرستی، قطع تعلقی، کینہ پروری، آداب گفتگو کا عدم خیال، عدم مساوات، ناانصافی، فرقہ واریت، خود غرضی، حرص وحسد، نسلی، لسانی، اور علاقائی تعصبات پاکستان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، جس کو اخوت اسلامی کے ذریعے ہی دور کیا جاسکتا ہے۔اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں اسلامی اخوت کا تصور کیا ہے اور معاشرے میں قیام امن میں اس کا کیا کردار ہے، نیز پاکستانی معاشرے میں قیام امن کے لیئے اسوہ رسول ﷺ کی رہنمائی میں اسلامی اخوت کی ترویج کیسے کرسکتے ہیں؟ اس طرح کے سوالات کے جوابات تلاش کرنے کے لیئے مذکورہ مقالہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

مذکورہ مقالہ مقدمہ اور تین مباحث پر مشتمل ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

مبحث اول: اخوت کا مفہوم واقسام

مبحث دوئم: معاشرتی فلاح وبہبود میں اسلامی اخوت کی ترویج کی ضرورت واہمیت

مبحث سوئم: اسوۂ رسول ﷺ سے اخوت اسلامی کی ترویج کی عملی مثالیں اور عصری تطبیق

مبحث اول: اخوت کا مفہوم واقسام

اخوت کا مفہوم:

"اخ" لغوی اعتبار سے اس بھائی کو کہتے ہیں جو والدین یعنی دونوں یا والد / والدہ کسی ایک میں شریک ہوں اسے نسبی اخوت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جبکہ یہ لفظ اسلامی اخوت اور دوستی کے لئے بھی بولا جاتا ہے، واضح رہے کہ "اخ" کی جمع دو طرح مستعمل ہے، ایک تو اس کی جمع "اخوۃ"

آتی ہے اور دوسری "اخوان" ہے، بعض ماہرین لغت نے ان میں یہ فرق واضح کیا ہے کہ "اخوۃ" کا لفظ نسبی بھائیوں کے لئے بولا جاتا ہے جبکہ "اخوان" کا لفظ اسلامی بھائیوں کے لئے بولا جاتا ہے۔[1] لفظ "اخ" کیلئے مونث کا لفظ "اخت" مستعمل ہے جس کی جمع "اخوات" آتی ہے۔[2]

ابن الجوزیؒ [3] کہتے ہیں کہ "أَخٌ" ایک ایسا نام ہے جس سے مساوی اور برابری مراد ہے۔ اصل میں تعارف کے وقت نسب کے بھائی کو "أَخٌ" کہا جاتا ہے۔ اور عاریۃ دوست کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جس پر کوئی قرینہ دلالت کرنے والا ہو۔ اور "تأخَّيتُ الشَّيءَ" کا معنی ہے میں نے اس چیز کو تلاش کیا (ڈھونڈ لیا)[4]

علامہ راغب اصفہانیؒ[5] لفظ "اخوت" کے متعلق یوں رقم طراز ہیں: "اخٌ" (بھائی) اصل میں "اخوٌ" ہے اور ہر وہ شخص جو کسی دوسرے شخص کی ولادت میں ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک کی طرف سے یا رضاعت میں شریک ہو، وہ اس کا "اخٌ" (بھائی) کہلاتا ہے۔ لیکن بطورِ استعارہ اس کا استعمال عام ہے اور ہر اس شخص کو جو قبیلہ، دین و مذہب، صنعت و حرفت، دوستی یا کسی دیگر معاملہ میں دوسرے کا شریک ہو اسے بھی "اخٌ" (بھائی) کہا جاتا ہے۔ جس کی جمع اخوۃٌ اور اخوان آتی ہے"۔[6]

حدیث مبارکہ میں ہے: ((المُؤمِنُ أَخُو المُؤمِنِ)) ترجمہ:[7] "ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے"۔ حدیث مبارکہ میں بھائی سے مراد دین کا اتحاد ہے۔

اخوت کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں مسلمانوں کے مابین باہمی خیر خواہی کے تحت ایک دوسرے کی جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت اور دکھ سکھ میں شریک ہونے کے معاہدے کا نام 'اخوت اسلامی' ہے، جب کہ اس کی ضد عصبیت ہے اور وہ مسلمانوں کا قومی، لسانی، معاشی، مسلکی یا خاندانی بنیادوں پر باہمی نفرت وعداوت سے تعاون نہ کرنا اور معیار پسند و ناپسند کو بدلنا ہے۔ اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))۔[8] ترجمہ: "تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اسی طرح کی چیز پسند نہ کرے جس طرح کی اپنے لئے پسند کرتا ہے"۔

اخوت کی اقسام:

حضرت ابوالحسن علی ندوی[9] نے اس کی دو قسمیں لکھی ہیں:

اول یہ کہ پوری نسل انسانی ایک آدم کی اولاد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے خطبہ میں ایسے معجزانہ الفاظ میں اس پر مہر لگادی کہ اس سے زیادہ اسلامی مساوات کا کوئی منشور نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ))[10] ترجمہ: "بیشک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے"

ثانی قسم یہ کہ چھٹی صدی عیسوی میں ایک نئی اخوت کی بنیاد ڈالی گئی، اس اخوت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ، نوع انسانی کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ، عدل و مساوات کے اصول اور انسانوں کی خدمت کے عزم وارادہ پر تھی۔ اس کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں: (1۔ نسلی اخوت، 2۔ دینی اخوت) اس کے علاوہ ایک نسبی بھائی بھی ہوتا ہے۔

مذکورہ مقالہ میں اسی دین اخوت کے حوالے سے گفتگو کی جائے گی۔ سب سے پہلے یہ واضح کرتے ہیں کہ دینی اخوت سے کیا مراد ہے۔

اسلامی اخوت کا تصور و مفہوم:

اسلامی اخوت کی بنیاد قرآن اور سنت پر ہے۔ ہر مسلمان نسل، رنگ، قوم، زبان اور علاقے وغیرہ امتیاز کے بغیر اسلامی برادری کا ایک رکن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت نے اپنے ماننے والوں کو ایسی لڑی میں پرو دیا، جس کی بدولت دورِ جاہلیت کی تمام محدود وطنی، علاقائی، نسلی، لسانی اور طبقاتی عصبیتیں دم توڑ گئیں۔ اہل ایمان کو مختلف طبقات میں منقسم ہونے کی بجائے رشتہ اخوت کے ذریعے ہمہ گیر وحدت کے ساتھ منسلک کر دیا گیا اور ساتھ ساتھ تمام محدود اور گروہی عصبیتوں کو قانونی طور پر ممنوع قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محدود عصبیت کا تعلق کفار سے ظاہر فرمایا ہے اور اہل ایمان کے لیے تقویٰ کا نمونہ ان کی پہچان ٹھہرایا ہے جو کہ محدود عصبیتوں کا متضاد ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:﴿إِذْ جَعَلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَعَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ ٱلتَّقْوَىٰ وَكَانُوٓاْ أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَاۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾[11]

ترجمہ: "جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں حمیت کو جگہ دی اور حمیت بھی جاہلیت کی، سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور مومنین پر تسکین نازل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا، وہ اس کے اہل اور زیادہ مستحق تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے جاہلیت کی پکار پر لوگوں کو پکارا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اگرچہ روزے رکھتا، نمازیں پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو"[12]۔

قرآن وحدیث میں اسلامی اخوت کا تذکرہ متعدد مقامات پر ملتا ہے۔ چند آیات اور احادیث ملاحظہ ہوں:﴿وَٱذْكُرُواْ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِۦٓ إِخْوَٰنًا﴾[13] ترجمہ: "اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو۔ ایک وقت تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی عنایت سے بھائی بھائی بن گئے"۔

مزید ارشاد ہے:﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[14] ترجمہ: "بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔ حدیث مبارکہ میں ہے:((الْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ))[15] ترجمہ: "ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے" ایک دوسرے مقام پر فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:((وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا))[16] ترجمہ: "ہمیں آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے"۔

اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد مسلمان ہوئے اور قیامت تک ہوں گے۔ حدیث مبارکہ میں بھائی سے مراد دین کا اتحاد ہے۔[17]

ایک اور مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((المؤمنُ مرآةُ المؤمنِ، والمؤمنُ أخو المؤمن: يكفُّ عليه ضَيْعَتَه، ويَحُوطُه مِن وَرائه))[18] ترجمہ: "مومن مومن کا آئینہ ہے اور مومن مومن کا بھائی ہے۔ اس کے مال کی حفاظت کرتا ہے اور اسے تحفظ دیتا ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی بدولت اہل ایمان میں خونی رشتوں سے بڑھ کر اخوتِ اسلامیہ نے جگہ لے لی، جس نے مدت کے بچھڑے دلوں کو ملا دیا۔ دشمنوں کو بھائی بھائی بنا دیا اور خاندانی اور قبائلی یگانگی سے بڑھ کر اسلامی برادری کی یگانگی ان کے اندر پیدا کر دی، جس نے اس طرح ان کی ہر قسم کی عداوتوں کا خاتمہ کر دیا کہ وہ باہمی دشمنیوں کو بھلا کر حقیقی بھائی بھائی بن گئے۔ ان ساری سختیاں اور شدتیں خدا کے

دشمنوں کے لیے تھیں۔ آپس میں مودت، الفت، رحم اور مہربانی کا مجسمہ بن گئے، جس کا اشارہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی دیا ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾[19]

ترجمہ: "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں"۔

مبحث دوئم: معاشرتی فلاح وبہبود میں اخوت اسلامی کی ترویج کی ضرورت واہمیت

انسانی زندگی میں نسبی بھائیوں کے علاوہ اسلامی بھائیوں کی ضرورت ایک معاشرتی ضرورت بھی ہے، کیوں کہ انسان فطرتاً سماجی ہوتا ہے اور وہ برابر کے انسانی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ اپنی ذات اور وجود کو ثابت کر سکے۔ اپنے ہم جنسوں کی صحبت میں رہنا اس کی فطرت ہے۔

بلکہ دیکھا جائے تو ممکن ہے اعزہ واقرباء سے تعلقات اور ان کے ساتھ مل جل کر رہنا انسان کی رُوحانی پیاس نہ بجھا سکے اور وہ اپنوں کے درمیان بھی خود کو اجنبی اور تنہا محسوس کرے اور اپنے بھی اسے پرائے نظر آئیں۔ لہٰذا اسے کچھ ایسے لوگوں کی ضرورت ہوگی جو اخوت اسلامی کی روح سے لبریز ہوں اور خیر خواہی وجزبہ ایثار کی بنا پر بھائی چارہ کے حقوق سے خوب آگاہ ہوں، بلکہ حقیقیت یہ ہے کہ بے لوث باہمی محبت اوراخوت معاشرتی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم نعمتیں ہیں جن کا خاص کر اللہ تعالی نے تذکرہ فرمایاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءٗ فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوَٰنٗا﴾[20] ترجمہ: "اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم لوگ آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے"

آیت بالا سے واضح ہوا کہ لوگوں کے درمیان الفت کی بنا پر اخوت ایک نعمتِ الٰہی ہے، اس کی قدر کرنی چاہیئے اور اسے مستحکم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اسی اسلامی اخوت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے آپ ﷺ فرماتے ہیں: ((مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى))[21] ترجمہ: "مسلمان باہمی شفقت، رحم اور محبت کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں، جسم کے کسی حصہ میں بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے تو مکمل جسم تکلیف محسوس کرتا ہے جیسا کہ بخار وغیرہ میں ہوتا ہے"۔

اسلامی اخوت کی بنیاد پر تعلق قائم کرنا اور پھر اس تعلق کو نبھانا ایک فطری عمل ہے مگر وہی تعلق مضبوط بنیادوں پر دیرپا قائم رہتا ہے جو بے لوث، بے غرض، پُرخلوص ہو اور باہمی عادات، خیالات اور کردار میں قدرے بھی اختلاف نہ ہو، نیز عداوت، شکوک، بدگمانی، چاپلوسی، شماتت، انانیت، بغض، حسد اور دیگر رذائل سے پاک صاف ہو۔ کیونکہ یہ تعلق بلاشبہ اپنی زندگی کے بہت سے انفرادی واجتماعی اور داخلی وخارجی پہلوؤں پر اثرانداز ہوتا ہے، اس لئے اس رشتے کو ہر رشتے میں تلاش کیا جاتا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک صاحب کتاب نبی ہیں، مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ سے نیک بھائی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے: وَٱجۡعَل لِّي وَزِيرٗا مِّنۡ أَهۡلِي ۔ هَٰرُونَ أَخِي ۔ ٱشۡدُدۡ بِهِۦٓ أَزۡرِي۔ وَأَشۡرِكۡهُ فِيٓ أَمۡرِي ۔ كَيۡ نُسَبِّحَكَ كَثِيرٗا ۔ وَنَذۡكُرَكَ كَثِيرًا ۔ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرٗا﴾[22] ترجمہ: "اور میرے لئے میرے اپنے کنبے سے ایک وزیر مقرر کردے۔ ہارون (علیہ السلام) جو میرا بھائی ہے، اس کے

ذریعے سے میرا ہاتھ مضبوط کر اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے تاکہ ہم تیری خوب تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں۔ یقیناً تو ہی ہمارے حال پر خوب نظر رکھنے والا ہے"

ایک مخلص بھائی انسان کی ایک ایسی ضرورت ہے کہ جس کے بغیر اس کی زندگی ادھوری ہے اس بات کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کسی شے کو دو اکائیوں میں تقسیم کر دیا جائے تو دوسری اکائی اس کا بھائی ہے، یعنی بھائی کے بغیر اس کا وجود آدھا ہے اور آدھا بذات خود کسی تعریف میں نہیں آتا جب تک کہ اس کا دوسرا حصہ بھی اس کے ساتھ نہ ملے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی بھائیوں کے بغیر جینے کا لطف نہیں آتا، ہر سو تنہائی اور ویرانی کا احساس ہوتا ہے، یوں لگتا ہے جیسے کوئی قیمتی چیز کھو گئی ہے۔ اسی لئے انسان فطری طور پر ایک ایسے بھائی کی تلاش میں رہتا ہے جو مخلص ہو، باوفا ہو، غمگسار ہو، جسکی محبت بے لوث ہو، جس میں اپنائیت وچاہت ہو اور جو بھائی کی خوشی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار رہتا ہو۔

یقیناً کسی انسان کی سیرت اور شخصیت کے تعمیری عوامل میں سب سے زیادہ اہم اور موئثر عامل اس کا بھائی ہی ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنے اکثر وبیشتر افکار اور اخلاقی صفات اپنے ہم نشینوں سے ہی حاصل کرتا ہے اور اسی حقیقیت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:((الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلْ))[23] ترجمہ:"ہر شخص اپنے دوست کی عادات واطوار اپناتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے"۔

اخوت کی بنیاد پر قائم ہونے والی اچھی اور بری دوستی کے اثرات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تمثیل کے ذریعے بہت دل نشین انداز میں سمجھایا ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:((مَثَلُ الجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالجَلِيسِ السَّوْءِ، كَمَثَلِ صَاحِبِ المِسْكِ وَكِيرِ الحَدَّادِ، لاَ يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ المِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ، أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ، أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً))[24] ترجمہ:"نیک دوست کی مثال کستوری فروش کی سی ہے اور برا دوست بھٹی جھونکنے والے کی طرح ہے۔ کستوری بیچنے والا یا تو از خود تجھے کچھ خوشبو دے دے گا یا تو اس سے خرید ہی لے گا (اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تو) کم از کم تجھے اس کی مہک تو حاصل ہوتی ہی رہے گی۔ رہا بھٹی جھونکنے والا، یا تو وہ تیرے کپڑے جلادے گا یا تجھے ناگوار دھواں تو پھانکنا ہی پڑے گا"۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ سماجی زندگی میں اخوت کی بہت ضرورت واہمیت ہے کیونکہ انسان فطرتی طور پر معاشرت پسند ہے، جس کی بدولت وہ کوئی بھی خوشی وغمی اکیلا سرانجام نہیں دے سکتا، اسی طرح نسبی بھائی کی بالخصوص ضرورت واہمیت خوشی وغمی کے موقع پر محسوس ہوتی ہے اور اگر نسبی بھائی آپ کے دین میں بھی آپ کا معاون بن جائے تو اس کی ضرورت واہمیت اور بڑھ جاتی ہے، اسی لئے حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کے بارے اللہ تعالی سے ان کی معاونت کا سوال کیا تھا۔

مبحث سوئم: اسوۂ رسول ﷺ سے اسلامی اخوت کی ترویج کی عملی مثالیں اور عصری تطبیق

اخوت کی ترویج بذریعہ اسوہ حسنہ سے مراد یہ ہے کہ سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کی روشنی میں بھائی چارے کے فروغ کی مناسبت سے ہم نے دیکھنا ہے کہ کیا اس میں عملی مثالیں موجود ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے پیش کی تھیں جن کی بدولت بھائی چارے کے تسلسل میں بتدریج اضافہ ہوا اور قرون اولی کے اصحاب نے واقعتاً حقیقی اخوت کو برقرار رکھا، ذیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ ہی سے چند امثلہ کے ذریعہ عصر حاضر میں مواخات کی ترویج کی ضرورت واہمیت اور محرکات کو واضح کیا جا رہا ہے۔

تاکہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے ان سیرت کے پہلوؤں کو اپنا کر اور ان سے رہنمائی لے کر پاکستانی معاشرہ سے نسلی، مسلکی، علاقائی، فرقہ واریت اور اس کے علاوہ طبقاتی امور کی بنا پر رنجشوں نفرتوں کا سدباب کیا جاسکے اور باہمی اخوت و بھائی چارہ کے رشتے کو قائم کیا جاسکے۔

1۔ دلجوئی اور ہمت افزائی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ساتھیوں کی دلجوئی اور ہمت افزائی کا ایک واقعہ سیدنا ابو سعید خدریؓ کی روایت میں اس طرح ہے کہ (معرکہ حنین کے خاتمے پر) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش اور قبائل عرب کو عطیے دیئے اور انصارؓ کے لئے ان میں سے کچھ نہ تھا تو انصار نے اپنے دلوں میں قلق پایا حتیٰ کہ ان میں بہت باتیں ہونے لگیں۔ ان میں سے کسی نے کہا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم سے مل گئے ہیں۔ چنانچہ سیدنا سعد بن عبادہؓ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری قوم کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے غنیمت کے بارے میں اپنے دلوں میں قلق پایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی قوم میں تقسیم کر دیا اور قبائل عرب کو بڑے بڑے عطیے دیئے اور اس میں انصار کے لئے کوئی چیز نہ تھی"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو جمع کرنے کا حکم دیا، پھر ان کے پاس تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد و ثنا کے بعد جو خطاب فرمایا اس کا کچھ حصہ حسب ذیل ہے: "اللہ کی قسم! اگر تم یہ بات کہو اور یہ سچ بھی ہے کہ آپ ہمارے پاس جھٹلائے ہوئے آئے تو ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ بے یار و مددگار تھے تو ہم نے آپ کی مدد کی، آپ بے سہارا تھے تو ہم نے آپ کو ٹھکانہ مہیا کیا، بے بضاعت تھے تو ہم نے آپ کی دلجوئی کی، اے گروہ انصار! کیا تم اس حقیر سی دنیا کے سامان پر مجھ سے ناراض ہو رہے ہو جو میں نے اس قوم کی دلجوئی کے لئے اس وجہ سے خرچ کیا تاکہ وہ لوگ اسلام کی طرف مائل رہ سکیں اور تمہیں تمہارے اسلام کے حوالے کیا۔ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ لوگ بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اپنے ساتھ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لے کر لوٹو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی سے گزریں اور انصار دوسری وادی سے تو میں انصار کی وادی میں سے گزروں گا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور انصار کی اولاد پر اور انصار کی اولاد کی اولاد پر"۔[25]

راوی کہتے ہیں کہ اس گفتگو سے لوگوں پر رقت طاری ہوگئی، لوگ روئے اور اتنا روئے کہ ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں اور کہا کہ ہم راضی اور خوش ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقسیم اور آپ کے دیئے ہوئے حصے پر۔ سیدنا ابو ہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ((الْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ ,وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ))[26] ترجمہ: "مومن دلجوئی کرتا ہے اور اس کی دلجوئی کی جاتی ہے اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو دلجوئی نہ کرے اور نہ اس کی دلجوئی کی جائے"۔

لہٰذا جس حد تک ممکن ہو معاشرہ میں دوستوں کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کی جائے اور اس طرح ان کے دلوں کو خوشی سے معمور کیا جائے۔ کیونکہ ہر وہ اچھا لفظ جو آپ کسی کی پیٹھ ٹھونکنے کے لئے کہتے ہیں، وہ خوشی اور مسرت کے پھلوں سے لدا ہوا آپ ہی کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔

مذکوہ بالا واقعہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشتہ مواخات کی مضبوطی اور بقاء کے لئے جو عملی مثال پیش کی وہ انصاریوں کی دلجوئی کی صورت میں ہے۔ لہذا عہد رسالت سے اخوت کی اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں بھی نصیحت پکڑنی چاہئے کہ اپنے حقیقی محسنین کے خلاف بدظن نہیں ہونا چاہئے بلکہ اخوت کی پاسداری کی خاطر حسن ظن اور مثبت نظروں سے واقعات کو لینا ہوگا۔

2۔اہل مساجد کی معیت:

اللہ کے گھروں میں آمدورفت کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان کو ایک اچھا اور صالح بھائی نصیب ہو جاتا ہے۔ مساجد میں ہمہ وقت رحمتیں نازل ہوتی ہیں، فرشتے مسجد میں آنے والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے آدمی کے پاس تشریف لائے جو سورہ حجر اور سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ وہ (آپ کو دیکھ کر) خاموش ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ مجلس ہے کہ جس میں مجھے حکم دیا گیا کہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکے رکھوں"۔[27]

جب رب العالمین اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مخلوقات میں سے اپنی محبوب ترین ہستی سے ایک عمل کا خواستگار ہے اور اس سلسلے میں انہیں مشقت برداشت کرنے کا حکم دے رہا ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ عام لوگوں سے یہ نہ چاہے؟ یوں یہ انداز اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مسئلے کی انتہائی اہمیت کا عکاس ہے۔ یعنی ایسے افراد سے اخوت کا رشتہ قائم کیجئے، جن کی زندگی بس اللہ کے لئے ہو وہ صرف اسی کی عبادت کرتے ہوں اور ان کا مقصدِ وحید اللہ تعالیٰ ہی کی ذات اقدس ہو۔ کیونکہ ایسے افراد سے دوستی واخوت ایمان میں اضافہ کرتی ہے اور وہ آپ سے اپنی دوستی کے بندھن کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنے عہد وپیمان پر باقی رہتے ہیں۔

ایسے ہی اہل اللہ اور مساجد کی زینت بننے والے اصحاب صفہ سے خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھائی چارے کے ماحول کو پروان چڑھایا تھا اور عملی طور پر انہی لوگوں سے رشتہ مواخات قائم کیا ہوا تھا۔

3۔احسان اور عفو و درگزر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائی کا بدلہ احسان سے دے کر لوگوں کے دل جیت لیا کرتے تھے۔ لوگوں کو بھلائی کے راستے پر لانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سیدہ خدیجہ طاہرہؓ اور سردار ابو طالب کی رحلت کے بعد قریش کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دباؤ اور اذیتیں بڑھ گئیں اور مکہ میں تبلیغی کام دُشوار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ طائف جائیں اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، شاید وہاں پر ان کا کوئی ناصر ومددگار پیدا ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف میں قبیلہ ثقیف کے تین سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب سے ملاقات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کا پیغام سنایا۔ انہوں نے قبول نہ کیا، بلکہ آپ کا تمسخر اڑانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو ثقیف سے نااُمید ہو گئے تو اُن سے کہا کہ کم از کم آپ لوگ اس بات چیت سے دیگر لوگوں کو مطلع نہ کریں تاکہ وہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کریں۔ انہوں نے یہ بات بھی نہ مانی بلکہ اپنے غلاموں اور ناسمجھ بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگا دیا۔ وہ شور مچانے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہنے لگے۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ موسیٰ بن عقبہؒ کی ایک روایت میں ہے:

"طائف کے اوباش لوگ دو صفیں بنا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں بیٹھ گئے۔ جب آپ اُن کے درمیان سے گزرے تو بے تحاشہ آپ کے پائے مقدس پر پتھر برسانے لگے۔ یہ پتھر انہوں نے پہلے سے جمع کر رکھے تھے۔ انہوں نے سنگ باری کرتے کرتے آپ کے پاوں مبارک خون سے رنگین کر دیئے۔ یہ سب سے زیادہ سنگین تکلیف تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راہ حق میں جھیلنی پڑی"۔[28]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں پیروں سے خون بہہ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ طائف میں اس قدر ہولناک آشوب اور آزمائش کا سامنا کرنا پڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی غمگین ہوئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کی: ((اللهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِي، وَقِلَّةَ حِيلَتِي، وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ، إِلَى مَنْ تَكِلُنِي؟، إِلَى عَدُوٍّ يَتَجَهَّمُنِي، أَمْ إِلَى قَرِيبٍ مَلَّكْتَهُ أَمْرِي، إِنْ لَمْ تَكُنْ غَضْبَانًا عَلَيَّ، فَلَا أُبَالِي، إِنَّ عَافِيَتَكَ أَوْسَعُ لِي))[29] ترجمہ: "اے اللہ! میں اپنی ناتوانی، بے سروسامانی اور اپنے تئیں لوگوں کی اہانت کے تجھ سے فریاد کرتا ہوں، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے! عاجز و درماندہ لوگوں کا مالک تو ہی ہے، مجھے کس پر چھوڑا ہے کیا اس بندے پر جو مجھ پر تیوری چڑھائے؟ یا اس دشمن پر جو میرے کام پر دسترس رکھتا ہے؟ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ تیری عطا کی ہوئی عافیت میرے لیے بہت وسیع ہے"۔

واپس مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرن الثعالب کے مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سیدنا جبریل علیہ السلام کو بھیجا۔ اُن کے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ تھا۔ اُسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارہ فرمائیں تو دائیں اور بائیں طرف والے پہاڑوں کو ٹکرا کر طائف والوں کو پیس ڈالے۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے معنوی طور پر ایک بڑا اسہارا تھا)۔ پہاڑوں کا فرشتہ انتظار میں تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوشِ انتقام اور نفس کی خواہشات کو کچلتے ہوئے فرمایا: ((بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا))[30] ترجمہ: "(نہیں!) بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں گے اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بنائیں گے"۔

اس بے مثال جواب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ممتاز و یگانہ شخصیت جھلکتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خلق عظیم کا اظہار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر عطا فرمایا تھا۔ لہٰذا مخلص بھائی کو ہر حال میں یک طرفہ اخلاق کا پابند ہونا چاہیئے اور اسے اپنا انعام اپنے رب سے پانے کی اُمید رکھنی چاہیئے۔ اپنے بھائی کی طرف سے برائی اسے اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ وہ بھی اس کے نقصان کے درپے ہو جائے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ((وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ، إِلَّا عِزًّا))[31] ترجمہ: "جس بندے نے عفو و درگزر سے کام لیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی عزت میں اضافہ کیا"۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾[32] ترجمہ: "برائی کو بھلائی سے دفع کرو، پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست"۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضي اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ نہ کبھی کسی عورت یا غلام کو اپنے ہاتھ سے مارا، الا یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں ہوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ کو گزند پہنچایا گیا ہو اور آپ نے اس کا انتقام لیا ہو۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے محارم میں سے کسی شے کی بے حرمتی کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔[33]

اسی طرح احسان کا بدلہ دینے والا اخوت کے اہم محرکات میں سے ہے۔ چاہے احسان کا بدلہ دعاوں کے ذریعے چکایا جائے یا بھائی کے اچھے ذکر کے ذریعے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں فرمایا: "میں نے سب کے احسانات کے بدلے چکا دیئے، سوائے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے کہ ان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ چکائے گا"۔[34]

اگر انسان آپ کو اینٹ مارے تو اس اینٹ کو سنبھال لیں، جو گھر تعمیر کرنے میں آپ کے کام آئے گی۔ اپنے دل کو محبت، درگزر اور شفقت سے معمور کریں، صرف سوختہ بخت انسان ہی اپنے دل کو حسد، نفرت اور انتقام کی آگ سے جلائے رکھتا ہے۔ آپ لوگوں کے دلوں پر احسان کریں گے تو ان کے دلوں کو غلام بنالیں گے اور احسان سے بنایا ہوا غلام دیرپا ہوتا ہے۔

چاہنے والوں پر احسان کی بہترین صورت یہ ہے کہ انسان انہیں راہِ حقیقت، اخلاقی فضائل، فقہی ذمہ داریاں اور تقرب الٰہی کے حصول کے طریقے بتائے۔ کافر اور مومن کے لئے اس طرح کی خیر خواہی انبیائے کرام علیہم السلام کی صفت ہے۔ احسان دنیا اور آخرت میں چین و سکون کا سبب ہے۔ اگر بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاو کیا جائے گا تو یہ مشکل گھڑی میں اپنے بھائی کے کام آئیں گے۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہو گا تو نتیجہ نفرت وعداوت کی شکل میں سامنے آئے گا اور معاشرہ برباد ہو جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ: آپ ﷺ کی سیرت کے مذکورہ پہلوؤں اور نصوص سے پتہ چلا کہ عہد رسالت میں اخوت کے فروغ کے لئے نبی دو جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر بھائی چارے کے لئے جس عمل کو مستحکم اور دائمی محسوس کرتے ہوئے بطور مثال صحابہ کرام اور کفار میں چھوڑا وہ احسان اور عفو و درگزر ہے۔ لہٰذا اس کو اپنا کر عصر حاضر میں اخوت کو فروغ دیا جاسکتا ہے اور اسی احسان اور عفو و درگزر کو اپنی عملی زندگی میں لا کر مواخات جیسے مقدس رشتہ کے اثرات سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

4۔ احساس اخوت:

جناب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض دفعہ اس اخوت کے رشتہ کا اظہار کرتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو احساس دلایا کہ وہ اس مقدس رشتہ مواخات کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسلک ہیں جیسے مواخات مدینہ کے موقع پر حضرت علیؓ کو اس ایمانی رشتہ سے اپنے ساتھ منسلک کیا تھا اسی طرح ایک اور مشہور واقعہ احادیث اور سیرت کی کتب میں موجود ہے کہ جب سیدنا عمر بن خطابؓ ایک دفعہ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ((لا تَنسَنَا يا أخي مِنْ دُعائِكَ)) ترجمہ: "اے میرے پیارے بھائی! ہمیں اپنی دعاوں میں یاد رکھنا"۔ سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کی تمام قیمتی اشیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (اس چاہتوں بھرے) لفظ 'یا اخی' کے مقابلے میں ہیچ نظر آتی ہیں۔[35]

لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ پاکستانی معاشرہ کو اسلامی اخوت جیسے رشتے میں جوڑیں اور دوستوں کو اپنا ہم خیال بنائیں اور جو بھی آپ سے ایک مرتبہ ملے، تازیست آپ کی میٹھی باتیں اس کو یاد رہیں تو اپنی گفتگو کو دلآویز، نرم اور دلنشیں بنائیں۔ اور اسے اپنائیت کا احساس دلائیں کہ آپ کے اور

اس کے درمیان بڑا گہرا رشتہ ہے جیسے سگے بھائیوں کا باہمی رشتہ ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اسی رشتہ اخوت کی یاد دہانی کے ذریعہ اپنائیت کا احساس دلایا جو کہ عملی طور پر اخوت کا اظہار ہے۔

5۔ مریضوں کی عیادت:

مریض کی مزاج پرسی کرنے سے مریض کے دل میں اُمید اور نیک بختی پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایک نفسیاتی چیز ہے جو جلد شفایابی میں بہت موثر ہے۔ شاید یہ زندگی کے وہ سعادت مند ترین لمحات ہیں جن میں انسان کو اپنے چاہنے والوں کے لئے قربانی دینے کا موقع ملتا ہے۔ اس سے الفتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور محبت بڑھ جاتی ہے۔ اسی بناپر اسلام نے بیماروں کی عیادت کی طرف رغبت دلائی اور تاکید کی کہ مریض کے پاس بیٹھ کر تسلی اور حوصلہ دلانے والی باتیں کی جائیں اور اس کے پاس موت کا ذکر نہ کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کے مسلمان پر جو چھ حقوق بیان فرمائے ہیں اُن میں سے ایک حق یہ بیان فرمایا کہ: ((یعوده إذا مرض))[36] ترجمہ: "جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے"۔

سیدنا ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ))[37] ترجمہ: "جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرنے جاتا ہے تو وہ مسلسل جنت کے باغ میں رہتا ہے"۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا امتیاز اپنے صحابہ کرامؓ کی تیمارداری فرماتے تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ ایک بار مکہ مکرمہ میں شدید بیمار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ سیدنا سعدؓ کہتے ہیں: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا، میرے چہرے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی، اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل فرما، میں آج تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پاتا ہوں"۔[38]

سیدہ اُم العلاءؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا: ((أبشري يا أمَّ العلاء، فإنَّ مَرَضَ المسلمِ يُذهِبُ اللهُ به خطاياهُ كما تُذهب النارُ خَبَثَ الذهَبِ والفِضَةِ))[39] ترجمہ: "اے اُم العلاء! خوش ہو جاو، مسلمان کو بیماری آنے سے اس کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں، جس طرح آگ میں سونے چاندی کی میل کچیل صاف ہو جاتی ہے"۔

سیدنا انسؓ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ اجر و ثواب تو اس شخص کو ملتا ہے جو مریض کی عیادت کرتا ہے لیکن خود مریض کو کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مریض کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں"۔[40]

درج بالا اسوہ رسول ﷺ کے پہلوؤں سے اور نصوص سے واضح ہوا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخوت کے عملی اظہار کے لئے مریضوں کی عیادت کے لئے جاتے تھے تاکہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بدولت حوصلہ اور تسلی ہو جاتی ہے، اور واضح رہے کہ عیادت کرنا مواخات کو دوام بخشنے کے لئے ضروری ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا لحاظ بھی رکھتے تھے۔

6۔ ایثار و فداکاری:

جب بھی اخوت اور اس کے ترویج کے عنوان پر گفتگو کی جاتی ہے تو درحقیقت ایثار و فداکاری کا موضوع زیر بحث ہوتا ہے۔ ایثار کی تعریف یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کو اپنے نفس پر مقدم سمجھے اور اس کی مصلحت کو اپنی ذاتی مصلحت پر ترجیح دے اور اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم سمجھے۔ ایثار ایک ایسا مقام ہے جس پر صاحبان صبر و کمال ہی فائز ہو سکتے ہیں۔ یہ برادری کا سب سے اعلیٰ مقام اور اخوت کا سب سے بلند درجہ ہے۔

ہو سکتا ہے مادہ پرست لوگ اس ایثار کو افسانہ سمجھیں اور ایسے جانبازوں پر پاگل ہونے کی تہمت لگا دیں۔ لیکن جو شخص رشتہ اخوت سے منسلک ہونے کی اہمیت سے آشنا ہو وہ اسی میں اپنا آرام و سکون محسوس کرتا ہے کہ مسکراتے چہرے اور دلی جذبات کے ساتھ اپنے بھائی کے لئے ایثار کا مظاہرہ کرے۔ ایثار و فداکاری، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی کا خاصہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی واجب ضرورتوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے دوسروں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے اور ان کی خواہش کو اپنی خواہش پر مقدم فرماتے تھے، لوگوں نے اس ایثار کی وجہ سے اپنے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت ومحبت اس طرح محسوس کی کہ اپنا آبائی دین چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ملاحظہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابو ذرؓ سے فرمایا:((مَا أُحِبُّ أَنَّ أُحُدًا ذَاكَ عِنْدِي ذَهَبٌ، أَمْسَى ثَالِثَةً عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ، إِلَّا دِينَارًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ))[41] ترجمہ: "میرے پاس اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تین دن گزرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے، ہاں! اگر قرض کی ادائیگی کے لئے میں کچھ رکھ لوں تو اور بات ہے"۔

سیدہ خدیجہ طاہرہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایثار کے بارے میں ایک مرتبہ بیان کیا: ((إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ))[42] ترجمہ: "آپ تعلق کو جوڑتے اور ناتواں کا بوجھ اپنے اوپر لے لیتے اور جو چیز ان کے پاس نہ ہوتی وہ لاکر انہیں دیتے، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے اور مشکل میں حق دار کی مدد کرتے"۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں دعوت کا آغاز کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایثار و فداکاری کی حقیقت کو نہ صرف خود سمجھا اور اپنایا بلکہ اپنے مددگار رشتہ داروں کو سمجھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سیدہ خدیجہؓ نے اس مقدس دعوت کی خاطر اپنی ساری دولت لٹادی۔ لوگوں کی دعوت اسلام دینے کے لئے جتنے بھی پروگرام ہوتے ان کے تمام اخراجات وہ خود اٹھاتیں، یہی وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی امیر ترین خاتون فوت ہوئیں تو ان کی ملکیت میں کفن خریدنے کے لئے بھی رقم نہ تھی۔[43]

سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی ناداری و مفلسی کا تذکرہ کیا اور کچھ مالی امداد چاہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کیا کچھ عطا فرمایا، روایت کے الفاظ ہیں:((فَأَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ))[44] ترجمہ: "دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی ساری بکریاں اس کو عطا فرمادیں"۔ وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس گیا اور ان سے کہنے لگا:((يَا قَوْمِ أَسْلِمُوا، فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءً لَا يَخْشَى الْفَاقَةَ))[45] ترجمہ: "میری قوم! تم سب کے سب اسلام قبول کرلو کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو اتنا کچھ عطا کردیتے ہیں کہ انہیں فقر وفاقہ کا اندیشہ ہی نہیں ہوتا"۔

سیدنا جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں: ((مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا))[46] ترجمہ: "کبھی کسی چیز کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال نہیں کیا گیا کہ جواب میں آپ نے "نہیں" فرمایا ہو"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی حاجت مند کو رد نہیں فرماتے تھے، اگرچہ آپ خود مطلوبہ چیز کے حاجت مند ہوتے۔ سیدنا سہلؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک موٹی چادر لائی جس کے کنارے بُنے ہوئے تھے اور آکر عرض کرنے لگی: میں نے اس چادر کو اس لئے بُنا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کو لے لیا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پھر آپ

ہمارے پاس آئے تو ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور عرض کیا: یہ کتنی خوبصورت ہے، یہ مجھے پہنا دیجئے! آپ نے اُسی وقت وہ چادر اُسے عنایت فرمادی۔ لوگوں نے اس آدمی سے کہا: یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود اس کی ضرورت تھی اور تم نے مانگ لی حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ انکار نہیں کرتے؟ اس شخص نے کہا: ((إِنِّي وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ إِيَّاهَا لِأَلْبَسَهَا، وَلَكِنْ سَأَلْتُهُ إِيَّاهَا لِتَكُونَ كَفَنِي.فَقَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ))[47] ترجمہ: "اللہ کی قسم! میں نے یہ اس لئے نہیں مانگی کہ اس کو پہنوں بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ اس کو اپنا کفن بناؤں! سیدنا سہلؓ فرماتے ہیں کہ پھر یہی چادر اس کا کفن بنی"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود بھی ضرورت تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جذبہ ایثار و قربانی کا درس دیتے ہوئے سائل کو ترجیح دی۔ جب تنگ حالی اور حاجت مندی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطاو بخشش کا یہ عالم تھا، تو خوشحالی میں آپ کی عطا کا کیا حال ہو گا!

مذکورہ بالا اسوہ رسول ﷺ اور نصوص سے واضح ہوا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخوت کے فروغ کے لئے عملی طور پر ایثار و فدا کاری کی ایسی ایسی بے نظیر مثالیں پیش کیں جس کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے۔ لہذا آج بھی اخوت کی ترویج کے لئے ایثار کو بنیاد بنا کر اسی نہج پر دوبارہ امت مسلمہ کے پیروکاروں کو رشتہ اخوت سے منسلک کیا جاسکتا ہے۔

7۔ مشترکہ امور میں عدل وانصاف:

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتا جو دوستوں میں اپنے آپ کو بڑھ کر سمجھتا ہو اور مشترکہ معاملات میں عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے۔ ایسا کرنا ہلاکت کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے۔ صالح بھائی تمام امور میں عدل وانصاف سے کام لیتا ہے۔ اس حوالے سے آپ ﷺ سے سیرت کے پہلوؤں درج ذیل ہیں:

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رضائی ماں سیدہ حلیمہ سعدیہؓ سے پوچھا: میرے بہن بھائی کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ اپنے مویشیوں کو چرا رہے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہمیں دیا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ماں! پھر اس طرح تو آپ نے انصاف سے کام نہیں لیا کہ میں ابھی چھاؤں میں آرام سے ہوں اور میرے بہن بھائی شدید دھوپ میں بکریاں چرا رہے ہیں جبکہ دودھ میں بھی پیتا ہوں۔[48]

مذکورہ بالا اسوہ رسول ﷺ سے واضح ہوا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ عدل وانصاف کا لحاظ رکھا ہے اور اسی عدل وانصاف اور مساوات کی بدولت اہل اسلام کو بقیہ مذاہب کے پیروکاروں سے نمایاں مقام حاصل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدل وانصاف اور مساوی سلوک کو اپنی ذات سے شروع کرنا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے اسوہ حسنہ کو پیش کرنا اخوت کے فروغ کے لئے بہت معاون ثابت ہوا۔ آج کے اس پُر فتن دور میں بھی اگر ہم دوبارہ اسی عہد نبوی جیسی اخوت کے خواہشمند ہیں تو پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخوت کو فروغ دینے والے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھنا ہو گا تاکہ اخوت کے نتیجہ میں جنم لینے والے اثرات سے صحیح معنوں میں ہم مستفید ہو سکیں۔

8۔ مسنون آداب ملاقات:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام اور مصافحہ کرنے میں صحابہ کرام ؓ پر ہمیشہ سبقت لے جاتے تھے اور جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو جب تک وہ ہاتھ نہ چھوڑ دیتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ نہیں چھوڑتے تھے۔ سیدنا انس ؓ کا بیان ہے:((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَصَافَحَهُ لَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ الَّذِي يَنْزِعُ))[49]ترجمہ:"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایسے عظیم الخلق تھے کہ) جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہ کھینچتے، جب تک کہ وہ شخص خود اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے جدا نہ کرلیتا"۔

اسی طرح آپ ﷺ کا سیدنا جعفر بن ابی طالب ؓ سے ان کے ارض حبشہ سے واپسی میں فرط محبت میں معانقہ کرنا وہ خود ہی فرماتے ہیں :

((فَخَرَجْنَا حَتَّى أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ فَتَلَقَّانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَنَقَنِي فَقَالَ: «مَا أَدْرِي أَنَا بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَفْرَحُ أَوْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ))[50]ترجمہ:"ہم نکلے (حبشہ سے) یہاں تک کہ ہم مدینہ میں آئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے گلے لگالیا پھر (کمال محبت سے) فرمایا۔ نہ معلوم مجھے فتح خیبر سے بہت خوشی ہوئی ہے یا جعفر (رضی اللہ عنہ) کے آنے سے اور اتفاق سے جعفر فتح خیبر کے موقع پر آئے"۔

اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ سیدنا زید بن حارثہ ؓ مدینہ میں وارد ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور دروازے پر دستک دی۔ اس کے بعد روایت کے الفاظ ہیں:((فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ، وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ، فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ))[51]ترجمہ:"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (استقبال کے لئے) کھڑے ہوئے اور ان کی طرف (وفورِ محبت سے) ننگے بدن ہی چل دیے (یعنی تہبند کے سوا کوئی اور کپڑا بدن مبارک پر نہ تھا)۔ اللہ کی قسم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے پہلے اور اس کے بعد (بصورت مذکور) عریاں نہیں دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ کھول کر زید ؓ کو گلے لگایا اور ان کا بوسہ لیا"۔

مذکورہ بالا روایات اور سیرت طیبہ کی مثالوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ عصر حاضر میں اخوت کی ترویج بذریعہ اسوہ حسنہ تب ہی ممکن ہے جب ہم ملاقات کے آداب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے لیں گے جن میں الفت ومحبت کی چاشنی موجود ہے لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم ملاقات کے مسنون عمل کو اپنا کر بھائی چارے کے فروغ میں تسلسل بر قرار رکھیں اور باہمی مصافحہ و معانقہ کے ذریعہ پیغام محبت عام کریں۔

9- آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا صحابہ کی زیارت کے لیئے جانا

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، انصارؓ سے ملنے کے لئے کبھی انفرادی طور پر اور کبھی جماعت کے ہمراہ تشریف لے جاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انفرادی طور پر جاتے تو ان کے گھر تشریف لے جاتے اور جب جماعت کے ہمراہ ان سے ملنا چاہتے تو مسجد میں چلے جاتے۔[52]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح صحابہ کرام ؓ نے بھی اپنے رفقاء سے ملاقات کے لئے جانے کے اس مبارک عمل کو جاری رکھا حتی کہ اس وقت بھی جب وہ مختلف علاقوں میں رہتے تھے، رضائے الٰہی کے لئے طویل فاصلے طے کر کے ایک دوسرے سے ملنے تشریف لے جاتے۔ اگرچہ اس دور میں سفر کرنا مشکلات سے بھرپور تھا۔

سیدنا ابورزین عقیلیؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:((يَا أَبَا رَزِينٍ، إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا زَارَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفِ مَلَكٍ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ يَقُولُونَ: اللَّهُمَّ، كَمَا وَصَلَهُ فِيكَ فَصِلْهُ))[53] ترجمہ:"اے ابورزین!جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملنے جاتا ہے تو اسے ستر ہزار فرشتے رخصت کرتے ہیں اور اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔اے اللہ!جس طرح اس نے تیری خاطر صلہ رحمی کی ہے تو بھی اسے اپنی رحمت سے بہرہ ور فرما"۔

سیدنا معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:((وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ))[54] ترجمہ:"(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے)میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہو چکی ہے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں یا ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں یا ایک دوسرے سے ملنے جاتے ہیں یا وہ ایک دوسرے پر میری خاطر خرچ کرتے ہیں"۔

درج بالا اسوہ رسول ﷺ سے یہ بات عیاں ہوئی کہ عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل کے لئے اسوہ حسنہ اور سیرت طیبہ کی روشنی میں مواخات کو انہی اصولوں پر پروان چڑھایا جاسکتا ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل کے ذریعہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین فروغ دیا۔

10-تحائف کا باہمی تبادلہ:

اخوت کے رشتے کو مضبوط کرنے کے اسباب و محرکات میں ایک اہم سبب تحائف کا باہمی تبادلہ ہے۔ایسا کرنے سے دل کینہ وعداوت، رنجش اور بغض وعناد سے پاک ہو جاتے ہیں۔تحفہ نہ صرف دل کے ان روگوں کو مٹاتا ہے بلکہ آپس میں الفت ومحبت اور یگانگت پیدا کرتا ہے اور ایک دوسرے کے درمیان میل ملاپ اور محبت کی راہیں کھولتا ہے۔اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پہلو کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا بلکہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی اور اس امر کی اہمیت اور اس کے فوائد کی وضاحت فرمائی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحفہ قبول بھی فرماتے اور اس کا بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔بنو اشجع کے ایک بدوی سیدنا زاہر بن حرامؓ مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر رہتے تھے،وہ جب بھی مدینہ آتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کچھ دیہاتی تحفے مثلاً تازہ سبزیاں، پھل، ستو اور شہد وغیرہ لے کر آتے۔اور جب واپس جانے لگتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں شہری سوغاتیں دے کر رخصت فرماتے۔اُن کے اعزاز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:((انَّ لكل حاضرٍ باديةٍ وباديةُ ال محمد زاهر بن حرام))[55]

"یقیناً ہر شہری خاندان کا ایک دیہاتی دوست ہوتا ہے اور آل محمد علیہم السلام کا دیہاتی دوست زاہر بن حرام ہے"۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے سیدنا عمر بن خطابؓ کی طرف ایک ریشمی حلہ بھیجا۔سیدنا عمرؓ اسے اٹھائے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش ہوئے اور عرض کیا:(بَعَثْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ، وَقَدْ قُلْتَ بِالْأَمْسِ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ))ترجمہ:"آپ نے یہ لباس مجھے بھیجا دیا،حالانکہ آپ نے عطاردی ریشمی حلے کے بارے میں یہ اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:((وَلَكِنِّي بَعَثْتُ بِهَا إِلَيْكَ لِتُصِيبَ بِهَا))[56] ترجمہ:"میں نے اس لئے یہ بھیجا کہ تم اس کے ذریعے کچھ مال حاصل کر سکو"۔

مذکورہ بالا روایات وواقعات سے واضح ہوا کہ اخوت کی تشکیل کے لئے ایک اہم چیز جس کا بھائی چارے میں لحاظ رکھنا چاہئے وہ باہمی تحائف کا تبادلہ ہے جس کی بدولت بھائیوں میں نفرت وبغض کو ختم کرنے اور اس کی جگہ محبت والفت کے پیدا کرنے میں معاونت ملتی ہے۔لہذا سیرت طیبہ سے کئی مواقع پر یہ عملی مثالیں ملتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دینی بھائیوں میں اخوت کے فروغ کے لئے اکثر وبیشتر تحائف کا لین دین جاری رکھتے تھے۔

11۔ مسلمان بھائی کے لیئے پر خلوص دُعائیں:

اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا کرنا بہت عظمت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دعا مانگنے والے کو بھی وہی کچھ عطا فرمادیتا ہے جو اس نے اپنے بھائی کے لئے مانگا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ دعاوں میں مشغول رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی دعا ترک نہیں فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطابؓ کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی، دعا قبول ہوئی اور وہ ایسے دن اسلام لے آئے، جس دن ان کے اسلام قبول کرنے کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ہی کی برکت تھی۔[57]

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گئے۔وہ فرماتے ہیں:((فبصربی ودعا لی بدعوات ما يسُرني بها الدنيا وما فيها))[58]ترجمہ:"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف نظر مبارک کی اور مجھے اتنی دعائیں دیں کہ دنیا اور جو کچھ اس کے اندر ہے، اگر مجھے بدلے میں مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہوگی"۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالبؓ کے لئے یوں دعا فرمائی:((اللهم وال من والاه وعاد من عاداه-- يعني علياً))[59] ترجمہ:"اے اللہ! جو ان سے دوستی رکھے تو بھی اس سے دوستی رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ"۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ: سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ میں اخوت کی تاسیس وتشکیل کو فروغ دینے کے لئے اپنے بھائیوں کو پر خلوص دعاوں میں یاد رکھنا بہت ضروری ہے، کیونکہ کسی بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعائیں کرنا یہ قبولیت کا باعث ہے اور بھائی کی محبت اور خیر خواہی کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ آپ ہمیشہ اس کی پریشانیوں اور بیماریوں کے ازالہ کے لئے اکثر وبیشتر دعائیں کرتے رہتے ہیں اور یہ بات ہمیں اسوہ حسنہ سے ملتی ہے کہ دینی بھائی کے دنیوی اور اخروی فوائد کے لئے اس کو اپنی دعاوں میں ضرور یاد رکھنا چاہئے۔اس کے علاوہ آدابِ ملاقات کا لحاظ، عفو درگزر، تحائف وغیرہ بھی عصری معاشرت میں بھائی چارے کی تاسیس میں اہم محرکات ہیں۔

یہ ہے کہ عہد رسالت میں اخوت کی عملی مثالوں میں مواخات مدینہ جیسے واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے، ایثار، خیر خواہی، دلجوئی، خوشی وغمی میں تعاون جیسی عمدہ مثالوں کی بدولت عصری معاشرت میں بھی اخوت کو فروغ دینے میں معاونت ہوسکتی ہے۔

نتائج البحث:

مقالہ ھذا سے جو نتائج مستنبط ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1) اخوت کی اہم اقسام تین ہیں: نسلی اخوت، دینی اخوت اور نسبی اخوت۔ مگر موضوع میں دینی اخوت زیر بحث رہی ہے۔

2) اسلامی اخوت سے مراد ایسی اخوت ہے کہ جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ، نوع انسانی کے ساتھ ہم دردی کا جذبہ، عدل و مساوات کے اصول اور انسانوں کی خدمت کے عزم وارادہ پر ہو۔

3) اس مقالہ میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے اسوہ حسنہ سے اخوت کی ترویج و تشکیل میں جو اہم ترین مقاصد واضح ہوئے وہ یہ کہ مسلمانوں کے مابین باہمی خیر خواہی کے تحت ایک دوسرے کی جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت کرنا اور ان کے دکھ سکھ میں شریک ہونا ہے۔

4) عصر حاضر میں معاشرتی فلاح و بہبود اور اس میں قیام امن کے لیئے اسلامی تصور اخوت انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

5) پاکستانی مسلم معاشرے میں اخوت کی ترویج میں وہی اصول وضوابط کارآمد رہیں گئے جن کی اسوہ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے۔

---

[1] ۔الفراھیدی، ابوعبدالرحمن الخلیل بن احمد، کتاب العین (عراق: دارو مکتبۃ الھلال، 1431ھ) حرف الخاء، باب الثلاثی المعتل من الخاء، باب اللفیف من الخاء، 4/320۔

[2] ۔احمد بن فارس، مجمل اللغۃ لابن فارس (بیروت، موسسۃ الرسالۃ، 1986ء) کتاب الف، باب الالف والخاء وما یثلثھما، ص:90۔

[3] ۔موصوفؒ کا اصل نام عبدالرحمن ہے مگر ابوالفرج اور ابن الجوزی کی کنیت سے مشہور ہیں، آپؒ 1116ء میں بغداد میں پیدا ہوئے اور 84 سال کی عمر گزار کر 1200ء میں وہیں انتقال کیا، آپؒ اپنے دور کے مشہور محدث، مورخ، فقیہہ، فلسفی اور مصنف تھے۔

[4] ۔ابوالحسن علی بن اسماعیل، المخصص (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1996ء) باب الاخوۃ، 4/145۔

[5] ۔موصوفؒ کا اصل نام حسین ہے جو اصفہان میں پیدا ہونے کی وجہ سے اصفہانی سے مشہور ہوئے، آپؒ کی وفات 502ھ کو بغداد میں ہوئی تھی، آپؒ اپنے دور کے مشہور فقیہہ، عربی لغت کے ماہر، مفسر قرآن اور منطقی و فلسفی تھے۔

[6] ۔الاصفہانی، ابوالقاسم حسین بن محمد راغب، المفردات فی غریب القرآن (بیروت: دار القلم، 1412ھ) کتاب الالف، باب آخ، ص:68۔

[7] ۔القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (الریاض: دارالسلام، 1998ء) کتاب النکاح، بَابُ تَحْرِيمِ الْخِطْبَةِ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، حَتَّى يَأْذَنَ أَوْ يَتْرُكَ، ح:1414۔

[8] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (ریاض: دار السلام، 1999ء) کتاب الایمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه، ح:13۔

[9] ۔موصوف 1914ء کو رائے بریلی، لکھنو بھارت میں پیدا ہوئے اور 1999ء کو وہیں فوت ہوئے، آپؒ کم و بیش پانچ سو کتابوں کے مولف تھے اور "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر" کی وجہ سے بہت شہرت پائی۔

[10] ۔ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مبارک، المسند، (الریاض: مکتبۃ المعارف، 1407ھ) کتاب الفتن، باب ربکم واحد، ح:239۔

[11] ۔القرآن، الفتح (48): 26۔

[12] ۔احمد بن حنبل، المسند، ح:22909۔(اسنادہ صحیح)۔

[13] ۔القرآن، آل عمران (3):103۔

[14] ۔القرآن، الحجرات (49):10۔

[15] ۔قشیری، صحیح مسلم، کتاب النکاح، بَابُ تَحْرِيمِ الْخِطْبَةِ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، حَتَّى يَأْذَنَ أَوْ يَتْرُكَ، ح:1414۔

[16] ۔قشیری، صحیح مسلم، کِتَابِ الطَّهَارَةِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ، ح:249۔

[17] ۔وحید الزمانؒ، اسرار اللغہ معہ انوار اللغۃ (لُغات الحدیث)، ص:24۔

18۔ ابوداود، السنن، کتاب الادب، باب فی النصیحۃ، ح:4918، (اسنادہ حسن)۔

19۔ القرآن، الفتح (48): 29۔

20۔ القرآن، آل عمران (3):103۔

21۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تراحم المومنین وتعاطفھم، ح:2586۔

22۔ القرآن، طہٰ (20): 35-29۔

23۔ احمد بن حنبل، المسند (بیروت: موسسۃ الرسالہ، 2001ء) مسند ابی ھریرہ، ح:8417 (اسنادہ جید)۔

24۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع التصاویر۔۔۔ح: 2101۔

25۔ احمد بن حنبلؒ، المسند، ح:11748۔

26۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الزھد، کلام ابن ابی مسعود، ح:34544۔

27۔ السیوطی، تفسیر الدّرالمنثور فی التفسیر الماثور، 5/377۔

28۔ بیہقیؒ، احمد بن حسین، دلائل النبوۃ، تحقیق: عبدالمعطی قلعجی، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1405ھ)2/414۔

29۔ الطبرانی، المعجم الکبیر، احادیث عبداللہ بن جعفر، ح:181۔ (علامہ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔)

30۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم: آمین۔۔۔ح:3231۔

31۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب العفو والتواضع، ح:2588۔

32۔ القرآن، الفصلت(41):34۔

33۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، ح:3560۔

34۔ ابن الاثیر، علی بن محمد، جامع الاصول فی احادیث الرسول (بیروت: مکتبۃ دار البیان، 1389ھ) ح:6405۔

35۔ ابو داود، السنن، ابواب فضائل القرآن، ح:1498۔

36۔ تبریزی، ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، تحقیق، محمد ناصر الدین البانیؒ، (دمشق: المکتب الاسلامی، 1961ء) ح:4630۔ (شیخ شعیب ارناؤطؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔)

37۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل عادۃ المریض، ح:2568۔

38۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المرضی، باب وضع الید۔۔۔ح:5659۔

39۔ ابو داود، السنن کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض، ح:3092۔ (شیخ زبیر علی زئیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔)

40۔ احمد بن حنبل، المسند، ح:1232۔

41۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الترغیب، فی الصدقۃ، ح:94۔

42۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، ح:3۔

43۔ احمد بن حنبل، المسند، 5/256۔ (شیخ زبیر علی زئیؒ نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔)

44۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث:6020۔

45۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ما سئل۔۔۔، ح:2312۔

46۔ ابن ابی شیبہ، مصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، باب ما اعطی اللہ تعالی محمدا ﷺ، ح:31810۔ (شیخ شعیب ارناؤطؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

47۔ ابن ماجہ، السنن، ابواب اللباس، باب لباس رسول اللہ ﷺ، ح:3555۔ (شیخ زبیر علی زئیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔)

48۔ تاج محمد لنگرودی، اخلاق انبیاء علیہم السلام، ترجمہ: سید ذو لفقار علی زیدی (کراچی: الحرمین پبلشرز، 2004ء) ص:305۔

49۔ ترمذی، السنن، اَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ، ح:2490۔ (حدیث ضعیف)

50۔ الطبرانی، المُعجَم الکبیر، حدیث جعفر بن ابی طالب، ح:2003۔

51۔ ترمذی، سنن الترمذی، ابواب الاستئذان والاداب، باب ماجاء فی المعانقۃ والقبلۃ، ح:2732۔ (حدیث ضعیف)

52۔ کاندھلویؒ، حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم، 3/1115۔

53۔ الطبرانی، المُعجَم الاوسط، ح:8320۔

54۔ مالک بن انس، الموطا، باب المتحابین فی اللہ، ح:2007۔

55۔ ابو الحسین عبد الباقی بن مرزوق قانعؒ، معجم الصحابۃ (مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینۃ المنورۃ، 1418ھ)2/292۔

56۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، ح:2068۔

57۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، 9/368۔

58۔ شمس الدین محمد بن احمد الذھبیؒ، سیر اعلام النبلاء (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 1414ھ)1/461۔

59۔ سیوطیؒ، جمع الجوامع المعروف بالجامع الکبیر، (مجمع البحوث الاسلامیہ، الازھر الشریف، 1426ھ)، 1/5163۔